

ابلیس کا اعلان بغاوت اور اس کا سبب

قرآن مجید کے متذکرہ بالا ساتوں مقامات پر جملہ ملائکہ کے حضرت آدمؑ کو سجدہ کر لینے کے ذکر کے معاً بعد الفاظ وارد ہوئے ہیں ﴿الْاِبْلِيسَ﴾ اور پھر مختلف مقامات پر مختلف الفاظ ملتے ہیں، جیسے: سورۃ البقرہ میں: ﴿اَبٰی﴾ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۵﴾ — سورۃ الاعراف میں: ﴿لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّٰجِدِيْنَ﴾ ﴿۱۶﴾ — سورۃ الحجر میں: ﴿اَبٰی اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السَّٰجِدِيْنَ﴾ ﴿۱۷﴾ — سورۃ بنی اسرائیل میں: ﴿قَالَ اَسْجُدْ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا﴾ ﴿۱۸﴾ — سورۃ کہف میں: ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾ ﴿۱۹﴾ — سورۃ طہ میں صرف: ”ابی“ اور سورۃ ص میں: ﴿اَسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ﴿۲۰﴾ (گویا سورۃ البقرہ میں سورۃ طہ اور سورۃ ص میں وارد شدہ الفاظ جمع کر دیئے گئے ہیں!)

یہاں اس سوال کے دو جواب ممکن ہیں کہ جب حکم سجدہ فرشتوں کو دیا گیا تھا تو عزرا زیل نامی جن اس کا مخاطب کیسے قرار پایا؟ — یعنی ایک یہ کہ حکم الہی ﴿اَسْجُدُوا لِآدَمَ﴾ ﴿۲۱﴾ فرشتوں اور جنات دونوں کو تھا لیکن ذکر بر سبیل

۱۵ ”اس نے انکار کیا“ وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔“

۱۶ ”وہ سجدہ کرنے میں شامل نہ ہوا۔“

۱۷ ”اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔“

۱۸ ”کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے؟“

۱۹ ”وہ جنوں میں سے تھا اس لئے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔“

۲۰ ”اس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔“

۲۱ ”سجدہ کرو آدم کو۔“

تغلیب صرف فرشتوں کا کیا گیا — اور دوسرا یہ کہ، جیسے کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے، عزائیل اپنے علم اور زہد و طاعت کی بنا پر ملائکہ کے طبقہ اسفل میں شامل ہو گیا تھا — واللہ اعلم!

البتہ اصل لائق توجہ امر یہ ہے کہ خود ابلیس نے اپنے انکار و بغاوت کا سبب کیا بیان کیا — سورة البقرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے — سورة الاعراف میں اس کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں کہ: ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ ﴾ (آیت ۱۲) سورة الحجر میں یہ قول وارد ہوا: ﴿ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ ﴾ (آیت ۳۲) — سورة بنی اسرائیل میں وارد شدہ الفاظ پہلے ہی درج کئے جا چکے ہیں یعنی: ﴿ قَالَ اَاَنْزَلْتُ لِمَنْ خَلَقْتُ طِينًا ۝ ﴾ — سورة کہف اور سورة طہ میں بھی اس کا کوئی قول مذکور نہیں — البتہ سورة ص میں دوبارہ بعینہ وہی الفاظ وارد ہوئے ہیں جو سورة الاعراف میں ہوئے تھے یعنی: ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ ﴾ (آیت ۱۲)

اس پوری تفصیل کے بیان سے غرض یہ ہے کہ یہ حقیقت بالکل مبرہن ہو جائے کہ ابلیس کی بغاوت کا اصل سبب یہ تھا کہ اس کے سامنے حضرت آدمؑ کی شخصیت کا صرف وہ حیوانی پہلو تھا جو خاکی الاصل ہونے کے ناطے مرتبہ و مقام کے اعتبار سے ناری الاصل جنات کے مقابلے میں کمتر تھا — اور یہ اس لئے کہ چونکہ ابلیس کا تعلق بھی حیوانِ انسان کی مانند عالم خلق سے تھا لہذا حیوانِ انسان سے تو وہ بخوبی واقف تھا — لیکن رُوحِ آدمؑ کا تعلق چونکہ عالمِ امر اور

(۲۲) ”میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔“

(۲۳) ”اُس نے کہا: میرا یہ کام نہیں کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی

مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔“

اس کے بھی طبقہ اعلیٰ سے تھا جس تک جنّات کے علم و ادراک کی رسائی ہی نہیں تھی لہذا وہ اس سے ناواقف اور ”محبوب محض“ تھا۔ جبکہ — آدمؑ کے عزّو شرف کی اصل بنیاد اور انہیں خلافتِ ارضی کا اہل اور مسجود ملائک بنانے والی اصل شے ہی وہ روحِ ربّانی تھی جو ان کے حیوانی جسد میں پھونکی گئی — اور جسے خالق کائنات نے اپنی ذات کی جانب منسوب کیا! ﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ﴾ (الحجر: ۲۹ اور ص: ۷۲) — گویا ابلیس کی گمراہی اور بغاوت کا اصل سبب یہ تھا کہ آدمؑ کی مرکب شخصیت، جو دو اجزاء کے جمع ہونے سے وجود میں آئی تھی، یعنی ایک حیوانی وجود جس کا تعلق ”عالم خلق“ سے تھا، اور دوسرے روحانی وجود جس کا تعلق ”عالم امر“ سے تھا، ان میں سے حیوانی وجود تو اس کے سامنے تھا، لیکن روحانی وجود سے وہ ”محبوب“ تھا! (اور غالباً یہی حقیقت ہے جس کی جانب اشارہ ہوا ہے اس فرمانِ الہی میں کہ ﴿خَلَقْنَاهُ بِيَدَيَّ﴾ میں نے اس آدمؑ کو اپنے ”دونوں ہاتھوں“ سے بنایا ہے — اور جس کی سادہ ترین تعبیر شیخ سعدی کے اس شعر میں ہے کہ: (ص)

”آدمی زادہ طرفہ معجون است از فرشتہ سرشتہ وز حیوان“

اور بعینہ یہی سبب ہے عہدِ حاضر کی اس عالمی ضلالت و شیطنت کا جو مادہ پرستانہ نقطہ نظر اور اندازِ فکر کے غلبہ و استیلاء کی بنا پر پورے عالمِ انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے — اور جسے دو آتشہ یا سہ آتشہ ہی نہیں صد آتشہ کر دیا ہے نظریہ ارتقاء کی جملہ سائنسی تعبیرات نے، جن کا حاصل یہ ہے کہ انسان بس

(۲۳) ”پھر جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔“

نسبتاً زیادہ ارتقاء یافتہ حیوان ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں! — اس لئے کہ ٹھیک عرازیل ہی کے مانند علومِ طبیعی (PHYSICAL SCIENCES) بھی رُوح اور روحانیت سے مجبوظ ہونے کے باعث انسان کے صرف حیوانی وجود ہی سے بحث کر سکتے ہیں، رہے ”عالمِ امر“ کے معاملات یا بالفاظِ دیگر ”مابعد الطبیعیات“ تو وہ ان کے دائرہ تحقیق و تفتیش سے خارج اور ماوراء ہیں!

بہر حال، اسی ”یک رُنے“ علم نے اُس ”یک رُنے“ اور خالص مادہ پرستانہ فکر یعنی (SCIENTISM) کو جنم دیا — جس سے موجودہ ”یک چشمی“ و جالی تہذیب وجود میں آئی ہے، جو خالص مادہ پرستانہ نقطہ نظر پر مبنی اور رُوح اور روحانیت سے بیگانہ و نابلدہ محض ہے — اور جو آج نوعِ انسانی کی عظیم اکثریت کے لئے ایک گہرائی اور گیرائی کے ساتھ نفوذ کر چکی ہے، کہ مشرق و مغرب کے عوام الناس ہی نہیں، عہدِ حاضر کے بیشتر مسلم سکالر اور دانشور حتیٰ کہ داعیانِ تحریکِ اسلامی بھی ”رُوح“ کے آزاد اور جداگانہ تشخص و وجود سے منکر ہیں — اور اسے صرف حیات یا زندگی یا ”جان“ کے مترادف خیال کرتے ہیں — فواحسرتاویا اسفا!!

ابلیس کی انسان دشمنی، اور معرکہِ خیر و شر

قرآن حکیم میں سات مقامات پر دہرائے جانے والے قصہٴ آدم و ابلیس کا آخری حصہ اس اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے عالمِ انسانیت میں خیر و شر اور حق و باطل کے مابین جو کشاکش — ”ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز۔ چراغِ مصطفویٰ سے شرارِ بولہبی!“ کے انداز میں جاری ہے، اس کے ایک اہم عامل کی نشاندہی ہوتی ہے! یعنی ابلیسِ لعین کی آدمؑ اور ان کی ذریت